بابافرید الدین مسعود گنجِ شکرؒ کی تعلیمات اور ان کی خانقاہی اہمیت

Bābā Farid ud Dīn Mas'ūd Ganj-e-Shakar: Teachings & Significance of Spiritual Institution

Dr. Naeem Anwar Al-Azhari
Assistant Professor
Department of Arabic & Islamic Studies
GC University Lahore, Lahore
Email: drnomani@hotmail.com

Dr. Shahidah Tasneem Mughal
Assistant Professor
Department of Social Sciences
University of Veterinary & Animal Sciences, Lahore

ABSTRACT

The personality and the teachings of Bābā Farid ud Dīn Mas'ūd Ganj-e-Shakar have been alive in our minds for more than eight hundred years. The religious scripture of Sikhism Gurū Grānth Ṣahib preserved one hundred and thirty Shaloke (stanzas) in it and caused his thoughts to be a source of inter-faith harmony. His thought not only influenced all the regions of sub-continent but the whole world was benefited by it also. Muslims promote his thought on one side and the Sikhs also declare him their spiritual guide on the other. His Universal approach has guided in every field of life. It is a light-house for a successful social life. This paper analyses the social impact and public popularity of his teachings.

Keywords: *Bābā Farid, Inter-faith Harmony, Sikhs, Social Life, Sub-Continent.*

ساتویں صدی ہجری میں سرزمین ملتان پر روحانیت و طریقت، شریعت و حقیقت اور ولایت و معرفت کا ایک ایسا آفتاب طلوع ہوا جس نے پورے خطے کو اپنے علم و ہدایت سے بقعہ نور بنا دیا، دیکھتے ہی دیکھتے بڑے بڑے بادشاہ اور فقراء زمین کے اس ٹکرے کا طواف کرتے ہوئے نظر آنے لگے۔ معرفت و ولایت کا وہ سمندر یہاں سے موجزن ہوا جس کی موجوں نے شرق سے غرب تک سب علاقوں کو سیراب کیا۔ان کے افکار اور ان کی تعلیمات آج بھی راہ حق کے مسافروں کے لیے مشعل راہ ہیں اور ان کی زندگیوں کو طریقت حقیقت اور سلوک و تصوف کے چشموں سے آشنا کرنے کے لیے مینارۂ نور ہیں۔

حضرت بابا فریدؒ کی تعلیمات کیا تھیں؟

آپ خدا خوفی اور خدا ترسی کی تعلیم دیتے تھے۔ پاکبازی سکھاتے تھے۔ باہمی اتحاد اور جذباتی ہم آہنگی کا درس دیتے تھے۔ عالمگیر اخوت کا پیغام دیتے تھے۔ محبت و رواداری کی تعلیم دیتے تھے۔ معاشرے میں ہر سو مساوات عام کرتے تھے۔ بندگانِ خدا کی خدمت کو اپنی حیات کا نصب العین قرار دیتے تھے۔ حضرت بابا فریدؒ کی ذاتی زندگی ''الفقر فخری'' کی زندہ تصویر اور نمونہ تھی جو کچھ نذر و نیاز اور آمدنی آتی وہ غرباء و فقراء اور مساکین میں تقسیم فرمادیتے۔

تمام عمر کبھی بھی آرام وآسائش کو پسند نہ کیا۔ عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے اور اس عبادت کو فقیری کے حصول کا ذریعہ جانتے۔ لباس سادہ استعمال کرتے۔ ایک کملی تھی اسی کو اوڑھتے اور اسی کو بچھاتے۔ آپکی طبیعت میں عاجزی، انکساری، ملنساری اور حلم و بردباری تھی۔ خدا کی رضا پر ہر حال میں راضی رہتے تھے۔ آپ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے انسان کو انسان کے قریب کیا۔ برائی کو روکا اور بھلائی کو پھیلایا۔ غریبوں کی دلجوئی کی۔ مسکینوں کی سرپرستی کی۔ اپنی شیریں بیانی اور شیریں کلامی کے باعث گنج شکر کہلائے۔ صلہ رحمی کی زندگی اختیار کرتے، عفو و درگذر کی عادت اپناتے کسی کا دل نہ توڑتے۔ حضرت بابا فریدؒ کی یہ تعلیمات علاقائی نہیں بلکہ آفاقی تھیں اور ہر کسی کے لیے تھیں خواہ اس کا مذہب کچھ بھی کیوں نہ ہو ان کی اسی ہمہ گیر تعلیم و تبلیغ سے متاثر ہو کر سکھ مذہب کے بانی بابا گرونانک نے آپ کے کلام کو اپنی مقدس کتاب گرو گرنتھ صاحب کا جزو لاینفک بنایا۔ اب ہم آپ کی تعلیمات کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

تصوف وسلوک کی اہمیت اور حقیقت

خواجہ حسن نظامی بیان کرتے ہیں کہ آپ کو کسی نے ایک دفعہ قینچی بطور تحفہ پیش کی۔ آپ نے یہ تحفہ واپس کر دیا فرمایا مجھے قینچی نہیں سوئی دھاگہ پیش کرو۔ اس لیے کہ میں کاٹنے نہیں آیا جوڑنے آیا ہوں۔[1]

حضرت بابا فرید الدین نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اسلام کے بنیادی اصول کلمہ یعنی خدا کو ایک ماننا نبی اور پیغمبروں کو تسلیم کرنا، نماز، روزہ، زکٰوۃ تو ہیں ہی لیکن ایک چھٹا رکن اور بھی ہے اور وہ روٹی ہے۔[2]

بابا فرید الدین گنج شکر نے اپنے مرید خاص حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کو رخصت کرتے ہوئے کچھ ارشادات اور کچھ ہدایات دیں اور کچھ دعائیں دیں فرمایا خدا تجھے سایہ دار درخت بنائے جس کی چھاؤں میں مخلوق خدا آرام پائے، اپنے دشمنوں سے بھی حسن سلوک کرو اور کسی کا حق تم پر ہو تو اسے ادا کرو۔[3]

آپ فرماتے: جہاں کوئی اللہ کا نیک بندہ رہتا ہے اس مقام پر ایک تاثیر پیدا ہو جاتی ہے اور ایک عجیب روحانی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔[4]

روحانی خلافت کی اہلیت

حضرت بابا فرید الدینؒ فرماتے ہیں شریعت کے علم کے حصول کا مقصد اس پر عمل کرنا ہے اور لوگوں کو اذیت دینا نہیں۔[5]

آپ عوارف المعارف کے بارے میں فرماتے تھے کہ جس درویش کو اس کا مرشد خلافت دینا چاہے تو اس کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ آپ فرماتے ہیں اگر معرفت حق چاہتے ہو تو دل سے غصہ اور حسد و نفرت کو مٹادو اور نماز کو ایک مشین کی طرح ادا نہ

کرو۔ بادشاہوں سے میل جول رکھنے سے معرفت کا دروازہ نہیں کھلتا، اس دنیا میں کبھی کسی سے کوئی جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے، دشمنوں کو بھی حسن سلوک کے ذریعے راضی اور مطمئن کرنا چاہیئے، ذمہ داریوں کو ہر صورت میں پورا کرنا چاہیئے اور فرائض کو بہر حال ادا کرنا چاہیئے۔ دین کا علم روحانی مجاہدے کے لیے اولین شرط ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ خلافت کی ذمہ داری وہ شخص نبھا سکتا ہے جسے اللہ نے علم، عقل اور عشق کی نعمت سے نوازا ہو۔ آپ طعن آمیز بحث مباحثہ سے اعراض کرتے اور آپ ہمیشہ مشکل ترین کام کے لیے بہترین آدمیوں کا چناؤ کرتے۔[6]

کامیاب زندگی کے اصول

آپ کے اقوال زریں زندگی بسر کرنے کے کامیاب اُصول فراہم کرتے ہیں جن کی طرف آپ نے یوں راہنمائی کی ہے۔

۱۔ اس بے خبر شخص سے بچو جو خود کو باخبر سمجھتا ہے۔
۲۔ اپنی حیثیت اور دولت کے بارے میں کبھی تردد نہ کرو۔
۳۔ کسی منصب کے حصول کے لیے خود کو مت گراؤ۔
۴۔ ہر روز نیا وقار حاصل کرنے کی کوشش کرو۔
۵۔ اچھی صحت کو خدا تعالیٰ کی نعمت جانو۔
۶۔ خود شکر گزار رہو مگر دوسروں کو اپنا شکر گزار بننے کے لیے مجبور نہ کرو۔
۷۔ تمہارا دل جسے برا سمجھتا ہے اسے فوراً ترک کردو۔
۸۔ اچھے کام کرنے کا بہانہ ڈھونڈتے رہا کرو۔
۹۔ جنگ کے زمانے میں ہمیشہ امن کے دروازے کھلے رکھو۔
۱۰۔ ترش باتوں اور رویوں کو اپنی کمزوری سمجھو۔
۱۱۔ اپنی طاقت پر بھروسہ نہ کرو۔
۱۲۔ اپنے نفس پر قابو رکھو خاص طور پر جب وہ جنسی و نفسانی تقاضے کرے۔
۱۳۔ زندگی میں کشادہ دلی اور سخاوت کا مظاہرہ کرو۔
۱۴۔ دانش اور خلوت کو اپنا شعار بناؤ۔
۱۵۔ دشمن کو بات چیت اور دلائل سے زیر کرو۔ دوستوں کے دل فیاضی سے جیتو۔
۱۶۔ اپنی خامیاں تلاش کرو۔
۱۷۔ دولت، دیانت داری کے ساتھ حاصل کرو تاکہ اسے سنبھالنے کے اہل ہو سکو۔
۱۸۔ علم انکساری کے ساتھ حاصل کرو۔
۱۹۔ دشمنوں کے تلخ الفاظ پر پریشان نہ ہو۔

۲۰۔ اپنی اچھی اور بری باتیں پوشیدہ رکھو۔

۲۱۔ مذھب کی علم کے ذریعے حفاظت کرو۔

۲۲۔ بڑا بننے کی خواہش ہے تو حلم اختیار کرو۔

۲۳۔ اطمینان چاہتے ہو تو حسد چھوڑ دو۔

۲۴۔ محبت کو تحفہ جانو۔[7]

آج ہماری صورتِ حال یہ ہے کہ حرص وہوا کو اپنی شریعت بنا لیا ہے۔ طلب وجاہ اور تکبر کو عزت وعلم سمجھ لیا ہے۔ ریاکاری کو خوف الٰہی سمجھتے ہیں۔ بغض، حسد و کینہ کو حلم و بردباری سمجھتے ہیں۔ لڑائی، جھگڑا اور کمینہ پن کو غیرت سمجھتے ہیں۔ انفاق کو زہد سمجھتے ہیں۔ ہذیان کو ہم معرفت سمجھتے ہیں۔ حرکت قلب کے بند ہو جانے کو ہم قلب کا جاری ہونا کہتے ہیں۔ دل کے خطرات کو الہام اور حدیث نفس سمجھتے ہیں۔

معروف منتخب کلام کی اثرانگیزی

آپ کا کلام پنجابی زبان میں ہر دور میں معروف رہا ہے۔ جس کے سننے سے دل کو چین وسکون ملتا ہے اور اسے سن کر خدا ترسی، خدمت خلق اور عجز وانکساری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور انسان میں حلم، بردباری اور رواداری کے احساسات فروغ پاتے ہیں۔ آپ کے کلام کے معروف اشعار اور مصرعے۔

روٹی میری کاٹھ کی لاون میری بھکھ
جنہاں کھادی چوپڑی گھنے سہن گے دکھ[8]
رکھی سکھی کھا کے ٹھنڈا پانی پی
دیکھ پرائی چوپڑی نہ ترسائیں جی[9]
جے سو ورہیاں جیونا بھی تن ہو سی کھیہہ[10]
مندے عمل کریندیا! ایہہ سزا تنہاں[11]
باہر دے چاننا دل اندھیاری رات[12]
مت شرمندہ تھیوہیں سائیں دے دربار 13
دوریشاں نوں لوڑیے رکھاں دی جیراند 14
اٹھ فریدا وضو ساز، صبح نماز گزار[15]
فریدا من میدان کر ٹوئے ٹبے لاہ[16]

ان کے کلام کا مرکزی نقطہ ان کے اس شعر میں ہے۔ اور اسی شعر کے ذریعے وہ ذکر بھی کراتے تھے۔

اتھے توں اُتھے توں، توں ہی توں　　ایہہ دل توں اوہ ول توں، توں ہی توں

آپ فرماتے ہیں کہ زندہ دل وہ ہے جس میں ہر لمحہ اللہ کی محبت اور معرفت کو برابر ترقی ملتی رہے۔[17]

پیر وہ ہے جو مرید اور ارادت مند کے سینے کو روشن کر دے۔ اگر کوئی اس نعمت کے بغیر پھر بھی کوئی مرید کرے گا تو وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔[18]

زکوٰۃ طریقت کا مفہوم

آپ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں زکوٰۃ شریعت، زکوٰۃ طریقت اور زکوٰۃ حقیقت۔ زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ تیرے پاس چالیس درھم ہوں تو پانچ درھم راہِ خدا میں دے دو اور زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ چالیس میں سے پانچ اپنے پاس رکھ اور باقی سب راہ خدا میں دے دو اور زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ چالیس کے چالیس درھم راہ خدا میں دے دے اور اپنے پاس کچھ نہ رکھے۔[19]

درویشی چار خصلتوں کا نام ہے

دوریش کون ہوتا ہے اور درویشی کسے کہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ درویشی پردہ پوشی کا نام ہے۔ درویش کو چاہئے کہ چار باتیں اختیار کرے اور آنکھ اندھی کر لے، تاکہ لوگوں کے مصائب اسے نظر نہ آئیں۔ دوسرا کان بہرے کر لے تاکہ فضول اور لغو باتیں نہ سنے۔ تیسرا زبان گونگی کر لے تاکہ ناحق بات کرنے سے بچا رہے۔ چوتھا پیر، پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے تاکہ ناجائز جگہوں پر نہ جا سکے۔ اگر کسی میں یہ چار خصلتیں پائی جائیں تو اس میں گویا کہ درویشی پائی جاتی ہے۔[20]

مال میں اسراف کیا ہے فرماتے جو مال اللہ کی رضا کے خلاف خرچ ہو اسے اسراف کہتے ہیں۔[21]

فقیری عطا کا نام ہے

اولیاء اللہ کے ہاں لنگر کیسے جاری ہے اور کیونکر جاری ہے اس حوالے سے حضرت بابا فرید الدین فرماتے ہیں کہ امیر، غریب، مسکین کوئی بھی آئے اسے خالی پیٹ نہ جانے دو کچھ نہ کچھ دے دو تاکہ وہ صفت درویشی سے مزین ہو جائے۔ فرماتے ہیں میرے پاس جو کوئی آئے امیر آئے یا غریب آئے۔ وہ کچھ لائے یا نہ لائے مگر میرے لیے لازم ہے کہ اسے کچھ دے دوں۔[22]

دل کیسے مردہ ہوتا ہے

اللہ کے ذکر سے دل زندہ ہوتا ہے اور ذکر الٰہی کے بغیر دل مردہ ہو جاتا ہے جب انسان دنیا کی لذتوں میں مشغول ہوتا ہے تو اس پر غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ اس پر حرص و ہوس دنیا کا غلبہ ہونے لگتا ہے ماسوا اللہ اور غیر اللہ اشیاء کا فکر و اندیشہ اس کے دل کو سیاہ کر دیتا ہے اور یہی حالت دل کی موت بن جاتی ہے۔ جیسے وہ زمین مردہ ہوتی ہے جس پر خس و خاشاک کی زیادتی ہو تو وہ اچھے بیج کو قبول نہیں کرتی۔ اس لیے وہ مردہ زمین کہلاتی ہے۔[23] شب معراج کے حوالے سے فرماتے ہیں جو شخص اس شب کو بیدار رہے اس کے لیے یہی شب ہی شب معراج ہے اور اس کو معراج کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اس کے نامہ اعمال میں معراج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔[24]

سماع موجب رحمت ہے

سماع دلوں کے لیے موجب رحمت ہے۔ اہلِ محبت کو اس سے یقین اور حرکت میسر آتی ہے۔ اس وجہ سے سالکین دریائے

معرفت میں تیرتے ہیں عاشقوں کی رسم یہی ہے جب محبوب کا نام آتا ہے تو وہ مزہ لیتے ہیں سماع میں وجد طاری ہونے پر لوگ بے ہوش کیوں ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے بیان کرتے ہیں جو لوگ بے ہوش ہوتے ہیں وہ در حقیقت ندائے الست بر بکم کے فیض سے اس سرمدی کیفیت میں جاتے ہیں سرور اور بے ہوشی ان کے خمیر میں ڈال دی گئی ہے۔ اس لیے آج ان کے کان میں ندائے مولا کا وہ نغمہ گونجتا ہے تو یہ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔[25]

اولیاءاللہ کی قربت، اللہ کی معرفت کا باعث ہے

عبادت میں لذت کیسے مل سکتی ہے اور اس کا راز بتاتے ہیں جب اللہ کی معرفت ان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو اب وہ اللہ کی عبادت کرتا ہے تو وہ عبادت اسے لذت دیتی ہے۔ اللہ کی معرفت کے باب میں اولیاءاللہ کا کیا طریقہ ہے اس حوالے سے فرماتے ہیں عشق مجازی میں بھی جب تک کوئی کسی کو دیکھتا نہیں اس کا عاشق نہیں ہوتا کسی کا عاشق ہو جانے کے بعد اس محبوب کے متوسلین کے بغیر اس تک رسائی ممکن نہیں اسی طرح حقیقت اور طریقت کا حال ہے کہ جب تک کوئی اولیاءاللہ کی معرفت حاصل نہیں کر لیتا وہ معرفت خدا سے بہرہ یاب نہیں ہو سکتا اور اللہ کی اطاعت وعبادت میں کیف وسرور نہیں پا سکتا۔[26]

مرید کے تعلیم وتربیت کے باب میں فرماتے ہیں پیر کو مرید کے نفوس ثلاثہ کو دیکھنا چاہئے وہ مرید نفس امارہ یا نفس لوامہ کے قبضے میں تو نہیں ہے اس کے بعد نفس مطمئنہ پر نظر کرے پھر مرید کے قلب کو دیکھے آئیکہ وہ سلیم ہے یا کہ نہیں ان سب مرحلوں سے فارغ ہونے کے بعد اس کو اپنا ہاتھ بیعت کے لیے دے۔[27]

اولیاءاللہ کا بے مثل ادب

حضرت بشر حافی کے متعلق فرماتے ہیں کہ بشر حافی حضرت جنید بغدادی کے پاس آئے اور ان کے ہاتھ تائب ہوئے اور تائب ہونے کے بعد حالت یہ ہو گئی عمر بھر برہنہ پا رہے اور اسکی وجہ خود بیان کرتے تھے کہ میری کیا مجال ہے یہ زمین جو انبیاء اور اولیاء کا فرش ہے اور یہی لوگ اللہ کے بادشاہ ہیں اور میں ان بادشاہوں کی زمین اور فرش پر جوتی پہن کر کیسے پھروں تو یہ مجھ میں طاقت نہیں۔ مزید فرمایا جس روز، اللہ سے اپنا معاملہ بندگی کیا ہے اس روز، ننگے پیر تھا اس لیے اب جوتی پہنتے ہوئے شرم آتی ہے۔[28]

مرید اپنے پیر کی تصویر ہو

وہ لوگ جو تصوف وسلوک کو بدنام کرتے ہیں طریقت وحقیقت کے نام پر ڈھونگ رچاتے ہیں ان کا احتساب کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو شیخ مریدوں کو دین اسلام کے مطابق نہیں چلاتا اور ان کی حالت کو کتاب وسنت کے موافق نہیں کرتا وہ رہزن ہے۔ یاد رکھیں جس طرح دھوئیں سے آگ کا پتہ چلتا ہے اسی طرح مرید سے پیر کا پتہ چلتا ہے لوگوں کے گمراہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا پیر کامل نہیں ہے۔ جس شخص کے سامنے خود ۰ے پردے پڑے ہوں وہ ان میں کسی کو اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو ایسا شخص اگر لوگوں کو مرید کر لے تو وہ خود بھی گمراہ ہو گیا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔[29]

درویشوں سے عقیدت اور حسن ظن کے باب میں فرماتے ہیں کہ درویشوں سے ہمیشہ عقیدت اور حسن ظن رکھو تاکہ ان کی برکت سے

اللہ تم کو اپنے سائے میں لے لے، حضرت نظام الدین اولیاء کو فرمایا جو اللہ کے کام میں لگا ہوا ہو اللہ اس کے کام بنا دیتا ہے۔[30]

آپ طریقت کی حقیقت سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ راہ طریقت محض تسلیم و رضا کا نام ہے۔ اگر ہر حال میں یہ کیفیت دل میں پیدا ہو تو اسی کو درویشی بھی کہتے ہیں۔[31]

ورد و وظیفہ چھوٹنا مثل موت ہے

اولیاءاللہ کے اوراد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کا اگر وظیفہ چھوٹ جائے تو وہ موت کے مثل ہے۔

اس لیے فرماتے ہیں کہ اگر کسی بندے سے کوئی ورد یا طاعت فوت ہو جائے تو اسے موت تصور کرنا چاہیئے۔ فرماتے ہیں ایک صوفی نے حضرت یوسف چشتی سے کہا کہ اسے کسی نے رات کو خواب میں کہا ہے کہ تیری موت ہو گئی ہے تو اس سے کیا مراد ہے؟ حضرت یوسف چشتی نے کہا کل تمہاری کوئی نماز تو قضا نہیں ہو گئی تھی؟ اس نے کہا ہاں نماز قضا ہو گئی تھی فرمایا موت کا اشارہ اسی طرف ہے صاحبِ ورد سے ورد چھوٹ جانا موت کی علامت ہے۔ اس لیے فرماتے ہیں اہلِ ورد کے لیے لازم ہے اپنے ورد ہر حال میں پڑھے اگر دن کو نہ پڑھ سکے تو رات کو پڑھے اور رات کو نہ پڑھ سکے تو دن کو پڑھ لے۔ مگر اپنے ورد کو ہر حال میں پڑھے اور اسے ہر گز ترک نہ کرے۔ اس کے نہ پڑھنے سے بہت سے لوگوں کی شامت آجاتی ہے۔[32]

کھانا برائے طاعت ہو

فرماتے ہیں انسان کھانا بھی اس نیت کے ساتھ کھائے کہ اس کھانے کے ذریعے اللہ کی طاعت کی قوت و طاقت پیدا ہو گی تو ایسا کھانا کھانا بھی اللہ کی رحمت کا باعث بن جاتا ہے اور ایسا کھانا بھی عبادت بن جاتا ہے اور فقیر کو ہر گز ہر گز اپنے نفس کی خواہش پر کھانا نہیں کھانا چاہیئے بلکہ اللہ کی طاعت اور عبادت کی نیت سے کھانا کھانا چاہیئے۔[33]

کرامت کی حقیقت

کرامت کے باب میں فرماتے ہیں اولیاءاللہ کا طریق یہ ہے کہ وہ اپنے احوال کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور اپنی کرامات کسی کے سامنے الم نشرح نہیں کرتے اس لیے سعد الدین حمدیہ کا قول ہے کرامت کا ظاہر کرنا فرض کا ترک کرنا ہے گویا کرامت کو چھپانا فرض ہے اور کرامت کا اظہار ترک فرض ہے۔[34]

علم و عقل کی اہمیت

عقل و علم کے باب میں فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دو نعمتیں نازل کی ہیں، ایک ظاہری نعمت ہے کہ پیغمبروں کو بھیجا ہے دوسری باطنی نعمت ہے کہ ہر انسان کو عقل دی ہے۔ فرمایا اگر کوئی شخص عالم ہے مگر عقل نہیں رکھتا تو علم اسے کچھ فائدہ و نفع نہ دے گا مرید کے لیے از راہ نصیحت فرماتے ہیں میں نے آثار تابعین میں دیکھا ہے کہ باری تعالیٰ نے حضرت آدمؑ پر جو علم نازل کیا ہے وہ موجودات کا علم ہے اور اسی کے بارے میں باری تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم نے ان کو سارے نام سکھائے اور پھر یہی نام انہوں نے فرشتوں کو بتائے۔ حضرت آدمؑ نے اللہ کی نعمتوں میں سے عقل کو اختیار کیا اور فرمایا عقل کے ذریعے علم آتا ہے۔[35]

چار ساعات کی عبادت

فرماتے ہیں جو عاشق و صالح لوگ ہیں ان کے لیے لازم ہے کہ وہ چار ساعتوں سے کبھی بھی خود کو غافل نہ کریں۔ پہلی ساعت نماز کی ہے کہ وہ نماز کے اندر اور نماز کے بعد اپنے رب سے مناجات کریں۔ دوسری ساعت اپنے اعمال کا ہر دم محاسبہ کریں۔ تیسری ساعت اپنے بھائی بندوں کے ساتھ بیٹھیں انہیں اور ان کی غلطیوں کو بتا کر ان کی اصلاح کی کوشش کریں لیکن اس کے ساتھ ان کی پردہ پوشی بھی کریں چوتھی ساعت یہ ہے کہ ان کی زندگی کی کوئی ساعت بُری مجلس میں نہ گزرے۔[36]

حصول علم کی اہمیت

آپ علم کے بارے میں فرماتے ہیں علم خدا کے نزدیک کل عبادتوں سے افضل ہے۔ مزید آپ فرماتے ہیں کہ اگر لوگوں کو علم کا درجہ معلوم ہوتا تو سب کاموں سے دست بردار ہو کر اس کی تحصیل میں لگ جاتے علم ایک ابر ہے جو رحمت کے سوا کچھ نہیں برساتا۔ جو اس ابر سے حصہ لیتا ہے وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ مزید برآں فرماتے ہیں عالم و عارف وہ ہے جو دانائی کے غرور اور اپنے علم کی زیادتی کے زعم کی بناپر اپنے نفس کو موٹا اور سر کش نہ ہونے دے۔[37]

آخرت کو ہمیشہ یاد رکھنا

آخرت کی یاد کے بارے میں فرماتے ہیں حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ میں دو چیزوں سے ڈرتا ہوں ایک درازامل کی آرزو سے دوسرا دنیا اور خواہش نفس کی متابعت سے۔ اس لیے کہ نفس بندے کو یاد حق سے باز رکھتا ہے اور درازی امل کی آرزو آخرت بھلا دیتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں غزنی کے ایک بزرگ سے میں نے پوچھا کہ دنیا کی ہماری طرف پشت ہے اور آخرت کا ہماری طرف منہ ہے ہم ان دونوں میں کسے عزیز رکھیں انہوں نے جواب دیا آخرت کو اور اسے بہتر بنانے کی کوشش کرو۔[38]

ذکر کے دوام کی اہمیت

ذکر کے باب میں فرماتے ہیں زبان پر اللہ کا ذکر جاری رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ ذکر میں ابدی سعادت ہے۔ ہم رات دن، اٹھتے بیٹھتے، کھڑے لیٹے، وضو بے وضو، ہر حالت میں بجز قضائے حاجت کے ذکر سے غافل نہ ہوں۔[39]

یہ ذکر انسان کی حفاظت کا باعث بن جاتا ہے انسان اس ذکر کی وجہ سے سماوی خطرات سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور دنیوی بلاؤں سے بھی حفاظت میں آجاتا ہے۔ جنوں کا شر بھی اس پر اثر نہیں کرتا اور درندے بھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس لیے فرماتے ہیں بغداد کے ایک بزرگ کو شیر کے آگے ڈالا گیا وہ سات روز تک اس کے سامنے پڑے رہے شیر ان کا ایک بال بھی بیکا نہ کر سکا ان کی یہ سلامتی اسم اعظم کے طفیل تھی۔ اور یہ اسم اعظم ہر وقت ان کے پاس رہتا تھا۔[40]

مجاہدہ نفس کا مفہوم

مجاہدہ نفس کے باب میں فرماتے ہیں کہ مجاہدہ نفس یہ ہے کہ نفس کو مارا جائے اور نفس کو مارنے کا مطلب یہ ہے کہ نفس کی کوئی مراد پوری نہ کی جائے اور ایسی اطاعت اختیار کرنا جس کے لیے نفس راضی نہ ہو اسے مجاہدہ نفس کہتے ہیں۔[41]

رزق کا یقینی حصول

رزق کے بارے میں فرماتے ہیں درویش وہ ہے جو روزی کے بارے میں پریشان حال نہ ہو اور دل گیر نہ ہو اور دل کی فراغت کے ساتھ طاعت وعبادت میں مشغول رہے۔اس بات کو حق جانے جو ازل سے اس کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے وہ اسے ضرور مل کر رہے گا اور اس میں ذرا برابر کمی نہ ہو گی رزق موت کی طرح انسان کو تلاش کرتا ہے انسان جہاں کہیں جاتا ہے رزق اس کے ساتھ ہوتا ہے مزید برآں فرماتے ہیں اے انسان خدا کا طالب ہو جا جو کچھ خدا کی بادشاہی میں ہے سب تیرا ہو جائے گا اے درویش بے غم ہو جا تیرا رزق تیرے کندھوں پر سوار ہے۔[42]

قلب اور احوال قلب

حضرت بابافرید الدین مسعود گنج شکرؒ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول بیان کرتے ہیں کہ دل تین طرح کا ہوتا ہے۔ قلب سلیم، قلب منیب، قلب شہید۔ قلب سلیم وہ ہے جس میں معرفت الٰہیہ کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ قلب منیب وہ ہے جس میں انسان نفس پرستی سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف یکسو ہو جاتا ہے اور قلب شہید وہ ہے جس میں بندہ ہر شے میں جلوہ حق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ تینوں صفات قلب میں پیدا ہوتی ہیں تو انسان بندہ عام سے بندہ خاص بن جاتا ہے۔[43]

زبان کی معصیت سے حفاظت

زبان و دل کی ہم آہنگی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں تمام نیکیوں میں اعلیٰ ترین بات یہ ہے کہ انسان ہر حال میں اپنے نفس پر ضبط رکھے اس طرح کہ انسان کبھی نفس کی خواہشات کا بندہ نہ بنے زبان، دل اور دل و زبان باہم ایک دوسرے کے دم ساز ہوں تو سالک کے دل میں عشق الٰہی اور انوار الٰہیہ جا گزیں ہوتے ہیں۔ بصورت دیگر یہ واپس لوٹ جاتے ہیں اور عشق حقیقی میں ثابت قدم وہ ہے جس کے دل و زبان ایک ہوں یاد رکھیے کہ زبان کی حیثیت تمام اعضاء میں بادشاہ کی سی ہے یہ جب ہر عیب سے سلامت رہے گی تو جملہ اعضا بھی مختلف عیوب اور گناہوں سے محفوظ ہوں گے اس حوالے سے مشہور مثل ہے جب بادشاہ کا مزاج دین کے معاملات میں بگڑتا ہے تو اس کے ملک کے تمام شہروں میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ انسانی جسم میں کان، آنکھ اور نفس جو کچھ بھی ہفت اندام میں ہے یہ سارے زبان کے پیروکار ہیں۔[44]

عشاق کی حضوری کی کیفیات

حضوری مولا کی کیفیات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی سے سوال کیا گیا کہ کیا عشاقِ بارگاہ کو ہر وقت حضوری کی کیفیات ملتی ہیں یا کسی وقت ہی میسر آتی ہیں تو آپ نے فرمایا عشاق کو یہ کیفیات ہر وقت ملتی ہیں اگر عاشق صادق کھڑا ہے تو وہ مشاہدہ حق میں کھڑا ہے اگر وہ بیٹھا ہے تو مشاہدہ حق میں بیٹھا ہے اگر وہ سویا ہے تو بھی مشاہدہ حق میں محو ہے ایک عاشق حقیقی کے لیے حضور غیاب دونوں یکساں ہیں پھر اس کے بعد آپ شیخ بہاؤالدین زکریا کے حوالے سے یہ شعر پڑھتے ہیں۔

حضور غیبت عاشق چوں ہر دو یکسانیت
بغیب مست جمالش حضور یار ہمانست[45]

عاشق کے لیے حضوری اور غیوبت دونوں ایک جیسی ہیں وہ غیوبت میں بھی جمال یار میں مست ہوتا ہے اور یہی اس کا حضور بھی ہے۔

توبہ، نافرمانی سے بچنے کا نام ہے

توبہ کے باب میں بیان کرتے ہیں توبہ کی تین حالتیں ہیں حال، ماضی، مستقبل۔ فرماتے ہیں حال کی توبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں پر پچھتائے اور شرمسار ہو اور ماضی کی توبہ یہ ہے کہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرے اور اگر کسی کی رقم چھینی ہو تو وہ رقم واپس کرے اور معذرت بھی کرے اور اگر کسی پر کوئی ظلم کیا ہو تو سچے دل کے ساتھ اللہ کے حضور توبہ کرے، اگر ماضی میں شرابی رہا ہو تو اب خلوص دل سے توبہ کرے اور لوگوں کو صاف اور ٹھنڈا پانی پلائے۔ جبکہ مستقبل کی توبہ یہ ہے کہ یہ نیت کرے کہ وہ اپنی آئندہ زندگی میں گناہ کے کاموں سے کلیتاً باز آئے گا۔[46]

ماں کی خدمت اور شانِ ولایت کی عنایت

مقام ولایت کیسے ملتا ہے اس باب میں مختلف واقعات بیان کرتے ہیں ایک واقعہ حضرت بایزید بسطامی کا ذکر کرتے ہیں اور وہ فرماتے ہیں مجھے ولایت ماں کی خدمت سے میسر آئی ہے۔ اس حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز سخت سردیوں کا موسم تھا والدہ نے پانی مانگا میں پانی لایا تو والدہ سو چکی تھیں۔ میں پانی کے لیے ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ والدہ کی آنکھ اس وقت کھلی جب ایک تہائی رات گذر چکی تھی۔ میں اسی طرح کھڑا تھا۔ والدہ اچانک بیدار ہوئیں مجھے پانی کے ساتھ کھڑا دیکھا میں نے پانی ان کی خدمت میں پیش کیا۔ والدہ نے پانی نوش کیا اور آسمان کی طرف اپنا منہ بلند کرتے ہوئے دعا دی میری ولایت اسی دعا کا اثر ہے۔[47]

مقام موسوی اور مقام محمدی کا تذکرہ

آدابِ مہمان نوازی کے باب میں بیان کرتے ہیں کہ اگر گھر میں کوئی مہمان آئے تو اس کی خوب خدمت کرے اور اس کی ہر طرح خاطر تواضع کرے۔ اسے اچھی طرح کھلائے اور پلائے۔ فرماتے ہیں حضرت موسیٰؑ جب کوہ طور پر گئے تو حکم ہوا جوتیاں اتار کر آئیں تا کہ آپ کے پاؤں کو کوہ طور کی گرد لگے اور جب رسول اللہ ﷺ واقعہ معراج میں عرش پر تشریف لائے تو حکم ہوا کہ آپ اپنی نعلین پہنے ہوئے تشریف لائیں تا کہ آپ کے نعلین عرش کو لگیں اور اسے قرار آجائے اور یہ ہلنے سے رک جائے۔[48]

تلاوت قرآن ہمکلامی خدا ہے

تلاوت قرآن کے فوائد کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ تلاوت قرآن حکیم سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں لوگوں کو چاہیے اتنی بڑی نعمت سے غافل نہ ہوں۔ اس لیے تلاوت قرآن اپنے محبوب حقیقی سے ہم کلام ہونا ہے۔ اور وہ لوگ جو دولت حضوری سے فیضیاب ہیں وہ مشاہدہ حق میں تلاوت قرآن ہی کرتے ہیں۔ قرآن کے ہر حرف اور معانی میں مستغرق ہونے سے ولایتوں کے نئے نئے اسرار کھلتے ہیں تلاوت قرآن سے اللہ کی رحمت میسر آتی ہے۔[49]

روحانی خلافت ایک امانت ہے

خرقہ خلافت کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں، مشائخ کا خرقہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو ان کے لیے حضرت

جبرائیلؑ بہشت سے لائے تھے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنایا گیااور یہ وہی خرقہ ہے جو بعد میں حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کو پہنایا گیااور رسول اللہ ﷺ کو بھی یہ خرقہ، صفا شب معراج عطا کیا گیا اور پھر آپ نے صحابہ کرام میں سے کسی ایک کو دینے کے لیے ''خاص علم'' کے سوالات کیےان کے جوابات مدینۃ العلم حضرت علی دے پائے آپ نے یہ خرقہ ان کو عطاء کر دیااور آپ نے حضرت علی سے پوچھااس خرقے کا حق کیسے ادا کریں گے عرض کیا اپنے مسلمان بھائیوں کے عیبوں کی پردہ پوشی کروں گا۔ بعد ازاں امت میں حضرت علیؓ سے اس خرقہ نے چار دانگ عالم میں نفوذ اشاعت پائی۔[55]

آپ خرقہ خلافت کے حوالے سے فرماتے ہیں اس خرقہ کا پہننا آسان ہے مگر اس کا حق بجالانا مشکل ہے اگر محض خرقہ پوشی سے ہی نجات مل جاتی تو بہت سے لوگ یہ خرقہ پہن لیتے اور خرقہ پہن کر شایان شان سیرت بھی اختیار کرنی ہوگی اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنا بھی ہوگا۔ خرقہ خلافت مخلوق میں نمائش کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے پہننا چاہیے۔

حضرت بہاؤالدین زکریاملتانی کو کیسے خرقہ اپنے شیخ سے ملااس حوالے سے یوں تذکرہ کرتے ہیں کہ حضرت بہاؤالدین اپنے شیخ حضرت شہاب الدین سہروردی کے پاس تین روز رہے اور تین روز خدمت میں رہنے کے بعد چوتھے روز شیخ نے آپ کو خرقہ، مصلہ، عصا اور اپنا نعلین عطا فرمایاتو اس وقت وہاں موجود حاضرین اس عنایت پر حیران ہوئے کہ ہم تو اتنے برسوں سے شیخ کی خدمت میں ہیں اور ویسے کے ویسے ہیں ہمیں تو کچھ نہیں ملا آپ نے ان کو فرمایا بہاؤالدین اپنا کام مکمل کر کے آیا ہے اور اپنے آپ کو خشک لکڑی کی طرح لایا ہے جو تین روز کی پھونک سے جل پڑی ہے جبکہ تمہارا حال یہ ہے کہ تمہارا ایندھن اور تمہاری لکڑی ابھی گیلی ہے اس میں عشق کی آگ سلگانے کے لیے وقت درکار ہے۔ حضرت بابافریدالدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں خرقہ خلافت وہ پہنے جو مخلوق کی عیب بینی سے اپنی آنکھوں کو سی لے۔[51]

محبت الٰہی اور ہر چیز کی قربانی

ذکر محبت کے بارے میں ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا محبتِ حق ایک ایسا بادشاہ ہے جو ہر دل میں جلوہ افروز نہیں ہوتا بلکہ ایسے دل میں متمکن ہوتا ہے جو اس کے شایان شان ہو۔ محبت الٰہی کا تقاضہ ہے کہ عاشق کے دل میں محبوب کے سواء کوئی چیز نہ بچے اور دوست کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کر دے۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ اللہ کی دوستی میں اپنے بیٹے کی قربانی کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق عشاق کے اس گروہ کا خمیر محبت و عشق الٰہی سے اٹھایا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ازل سے آج تک ان کی زبانوں پر یہ کلمہ ہے رب ارنی انظر الیک۔[52A] (القرآن، الاعراف ۱۴۳:۷)

یہ محبوب کی محبت کی خاطر اپنا سب کچھ بیان کر دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ طواف کعبہ میں مصروف تھے کوہ صفا سے حضرت جبرائیل امین نے ایک مسافر کی صورت میں آواز بلند کی اور ''یااللہ'' پکارا۔ تو آپ یہ پکار سنتے ہی باہر تشریف لائے اور فرمایا اے خواجہ ایک بار پھر اللہ پاک کا نام اسی طرح لو اس نے کہا اس نام سننے کا شکرانہ ادا کرو تو پھر یہ نام لوں گا۔ آپ کے پاس ایک ہزار اونٹ تھے وہ سب اللہ کی رضا و محبت میں قربان کر دیے۔ حضرت جبرائیلؑ امین نے پھر ''یااللہ'' کہا حضرت ابراہیمؑ نے باقی سارا مال بھی اللہ کی راہ میں دے دیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا مزید اب کیا فرمائش ہے فرمایا اب پھر ایک بار اللہ کا نام پکارو اب کی بار میں میرے جسم میں جو خون ہے وہ بھی

دوست کی راہ میں فدا کر دوں گا حضرت جبرائیلؑ نے پھر ''یااللہ'' پکارا تو حضرت ابراہیمؑ نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے ہوش میں آئے تو حضرت جبرائیلؑ پکار اٹھے کہ آپ محبت حق میں صادق ہیں۔[52B]

حق کی حضوری، خلوت نشینی سے ملتی ہے

زندگی کی حقیقت کیا ہے اسے واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے درویش، زندگی معرفت خدا کا نام ہے۔ایک عاشق صادق کی راحت، راہ سلوک ہے شوق دیدار محبوب حقیقی کی تڑپ اور محبت سے ملتا ہے۔اور نشہ ذوق ذکر یار میں ہے فرماتے ہیں ایک بار شیخ شہاب الدین سہروردی فرمانے لگے کہ اصلی علم ذات خداوندی کا ادراک ہے اور معرفت اس کی تدبیر ہے۔محبت مشاہدہ سے بڑھتی ہے اور مشاہدہ کے لیے مجاہدہ لازمی ہے۔[53]

مزید برآں فرماتے ہیں جس شخص نے دنیا کی خواہشات اور لذتوں سے اپنے دل کو مردہ کر لیا قضاو قدر کے کارکن اسے لعنت کے کفن میں لپیٹ کر ندامت کی سرزمین میں دفن کر دیتے ہیں۔محبت حق کے متوالے مشاہدہ ذات کے سوا کسی اور چیز پر راضی نہیں ہوتے، حق کی حضوری کی نعمت دنیا سے کنارہ گیر ہونے کے بغیر نہیں ملتی۔خلوت نشینی اور عزلت نشینی ہی سے یہ سعادت میسر آتی ہے۔[54]

محبت الٰہی، محبت رسول، محبت شیخ کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ محبت انسان کو منکرات اور مکروہات سے پرہیز دلاتی ہے تاکہ محبوب کی خوشنودی اور رضا کی دولت بے پایاں سے بہرہ ور ہو۔[55]

حضرت رابعہ بصری اور طواف کعبہ

عبادت کی لذت اور رغبت کے حوالے سے حضرت ابراہیم بن ادھم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ وہ حج کے سفر پر روانہ ہوئے اس عزم کے ساتھ کہ لوگ قدموں کے ساتھ چل کر خانہ کعبہ تک جاتے ہیں میں آنکھوں کے بل جاؤں گا اور اس طرح کہ ہر قدم پر دوگانہ بھی ادا کروں گا۔اس جذبے اور ارادے سے سفر حج پر روانہ ہوئے ۱۴ سال گذر گئے اس دوران ایک جنگل سے گزرے تو دیکھا کہ حضرت رابعہ بصری تشریف فرما ہیں اور ان کے گرد خانہ کعبہ طواف کر رہا ہے۔حضرت ابراہیم بن ادھم نے پوچھا کہ اے رابعہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہر جگہ مشہور ہے کہ ابراہیم ادھم ۱۴ برسوں سے آنکھوں کو قدم بنا کر زیارت کعبہ کے لیے عازم سفر ہے۔اور ابھی تک کعبہ سے سرفراز نہیں ہوا، فرمانے لگیں کہ آپ کو کعبہ دیکھنے کی آرزو ہے اور مجھے خانہ کعبہ کے مالک کو دیکھنے کی آرزو ہے جس شخص کو مالک دیکھنے کی آرزو ہو وہ اس کا گھر بھی دیکھ سکتا ہے۔اس لیے کہ گھر تو مالک کے پاس ہی ہوتا ہے۔[56]

لوگوں کی حقیقت

مخلوق خدا کیسی کیسی ہے اس حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ مخلوق خدا، تین قسم کی ہے۔اول وہ لوگ ہیں جو دنیا سے محبت کرتے ہیں اور ہمہ تن اسی کی یاد میں مستغرق اور اس کے حصول میں مصروف و مشغول ہیں۔دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو دنیا کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور اس کا ذکر محبت سے نہیں کرتے بلکہ یکسر عداوت سے کرتے ہیں اس سے عداوت والا سلوک کرتے ہیں۔تیسری قسم ایسے لوگوں کی ہے جو دنیا کو نہ دوست رکھتے ہیں اور نہ عداوت رکھتے ہیں اس کا ذکر نہ محبت سے کرتے ہیں اور نہ عداوت سے کرتے ہیں اور یہ تیسری قسم

پہلی دو قسموں سے بہتر ہے۔[57]

راز کو پوشیدہ رکھنے کے باب میں فرماتے ہیں حضرت حسن سنجری آپ سے پوچھتے ہیں اولیاء اللہ میں اکثر اپنے احوال کو پوشیدہ رکھتے ہیں اسمیں کیا حکمت ہے ارشاد ہوا اگر وہ راز فاش کر دیں تو دوسرے راز کے محرم بننے کے وہ قابل نہ رہیں علاوہ ازیں اگر ایک آدمی دوسرے سے راز کہتا ہے اور راز سننے والا اس کو ظاہر کر دیتا ہے وہ راز بتانے والا شخص اب دوبارہ اس کا کوئی راز نہیں بتائے گا۔ بندہ نے اس پر استفسار کرتے ہوئے عرض کی اگر یہی بات ہے تو پھر خواجہ ابو سعید ابو لخیرؒ بہت دفعہ راز اور غیب کی باتیں اپنی زبان پر کیوں لاتے ہیں فرمایا جس وقت اولیاء اللہ پر شوق کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ بے خودی کے عالم میں کچھ راز کی باتیں کہہ دیتے ہیں۔ البتہ اس طبقے میں جو کاملین ہیں وہ اسرار میں سے کوئی چیز بھی ظاہر نہیں کرتے اس کے بعد یہ مصرعہ آپ کی زبان پر تھا۔

مرداں ہزار دریا خوردند و تشنہ رفتند مردوں نے ہزار ہا دریا پیئے ہیں اور پھر بھی وہ پیاسے ہو کر چلے گئے۔[58]

وردوطاعت میں راحت ہے

کیا اوراد و وظائف میں بھی سالکین کو نفع ملتا ہے اس حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ وہ طاعت اور ورد جو کسی کو کسی صاحبِ نعمت کی زبان سے ملا ہو اس کے ادا کرنے اور پڑھنے میں راحت ہی راحت ہے۔ اس کے بعد فرمایا چند مزید اوراد ہیں جو میں نے اپنے اوپر از خود واجب کر لیے ہیں اور ان کے علاوہ چند مزید اوراد ہیں جو مجھے اپنے خواجہ سے عطا ہوئے ہیں۔ ان دونوں وردوں کی ادائیگی کے وقت جو جو راحتیں میسر آتی ہیں وہ زمین وآسمان کی وسعتوں کی حامل ہیں۔[59]

طاعت لازمی اور متعدی کی اہمیت

طاعت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ایک طاعت لازمی ہے اور ایک طاعت متعدی ہے طاعت لازمی وہ ہے جس کا فائدہ اس طاعت کرنے والے کی ذات کو پہنچتا ہے جیسے نماز، روزہ، حج ہے اور اسی طرح اوراد و تسبیحات ہیں اس طرح کی مزید کچھ چیزیں ہیں جبکہ اطاعت متعدی وہ ہے جس سے دوسروں کو فائدہ وراحت پہنچے جیسے خرچ کرنا ہے دوسروں کے ساتھ شفقت برتنا ہے اور دوسروں کے ساتھ مہربانی کے رویے کے ساتھ پیش آنا ہے اس کو طاعت متعدیہ کہتے ہیں۔ اس کا ثواب بے حد و بے حساب ہے۔ طاعت لازمی میں اخلاص ہونا ضروری ہے تاکہ وہ قبول ہو جائے جبکہ طاعت متعدیہ جیسے اور جس طرح ہو قابل قبول اور باعث ثواب ہے۔[60]

لغزش اور اس کی اقسام

لغزش کیا ہوتی ہے اس باب میں فرماتے ہیں کہ اس کی سات قسمیں ہیں۔ اعراض، حجاب، تفاصل، سلب مزید، سلب قدیم اور تسلی۔ جب دوست سے کوئی ایسا کام ہو جائے جو دوست کو پسند نہ ہو تو اس سے اعراض کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اگر اس پر معذرت کر لی جائے تو یہ صورت ختم ہو جاتی ہے اور اگر اس پر اصرار کرے گا تو حجاب کی صورت ہو گی۔ نتیجۃً محب اور محبوب کے درمیان حجاب ہو جائے گا۔ پس محب پر معذرت واجب ہو گی اگر اس میں سستی کرے گا تو اگلی حالت تفاصل کی پیدا ہو جائے گی۔ دوست کی دوری پہلے سے بھی زیادہ ہو جائے گی اس کے بعد بھی دوست معافی نہ مانگے تو سلب مزید کی صورت پیدا ہو گی اس کی طاعت وعبادت میں جو ذوق کی کیفیت تھی وہ بھی

ختم ہو جائے گی اس حالت میں بھی معذرت نہ کرے اوراپنی ھٹ دھرمی پر جمااور ڈٹارہے تو سلب قدیم کی حالت ہو جائے گی اور یہاں بھی توبہ میں کسراور خامی رہ جائے تو پھراس کے بعد تسلی ہو گی تسلی یہ ہے کہ دوست کی جدائی پر مطمئن ہو جائے اب بھی اگر توبہ نہ کرے اس تسلی سے مزید سستی پیدا ہوتی ہے اوراسی سستی سے عداوت پیدا ہوتی ہے اب اس کے دل میں جو محبت تھی وہ عداوت میں بدل جاتی ہے۔[61]

نیکی مسلسل پابندی سے آسان ہو جاتی ہے

نیکی اور طاعت کی ترغیب کے باب میں فرماتے ہیں کہ جب لوگ طاعت کاآغاز کرتے ہیں تو یقینا یہ عمل نفس پر گراں گزرتا ہے اور دشوار نظرآتا ہے لیکن جب کوئی دل اس میں لگ جاتا ہے تو حق تبارک وتعالیٰ اسے توفیق عطا کرتا ہے اور وہ اس کام کو اس پرآسان کر دیتا ہے اسی طرح جو بھی کام ہو وہ ابتداء میں مشکل لگتا ہے مگر جب لوگ شروع کر دیتے ہیں تو وہ آسانی سے پورا ہو جاتا ہے۔[62]

توکل اوراس کے درجات

توکل کیا ہے اور توکل کے باب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ توکل کے تین درجے ہیں پہلا درجہ توکل کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص کسی کو اپنا وکیل کرے اور وہ وکیل عالم بھی ہو اوراس کا دوست بھی ہو۔ موکل کو اس بات پر اطمینان ہو گا کہ میرا وکیل اپنے کام اور مقدمہ بازی میں ہوشیار بھی ہے اور میرا دوست بھی ہے اس صورت میں توکل بھی ہے اور سوال بھی ہے۔ اس لیے موکل کبھی کبھی اپنے وکیل سے کہہ سکتا ہے کہ دعوے میں اس طرح جواب دینا اس کام کو اس طرح پورا کرنا اور توکل کے دوسرے درجے کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی دودھ پیتا بچہ ہو اسکی ماں اسے دودھ پلاتی ہو اس بچے کا ماں پر توکل ہوتا ہے اس سے کوئی سوال نہیں ہوتا اس لیے کہ بچہ یہ نہیں کہتا کہ ماں مجھے فلاں وقت دودھ لازمی دینا وہ بھوک کے وقت رونے لگتا ہے اور دودھ پینے کا تقاضا نہیں کرتا اس لیے کہ اسے اپنی ماں کی شفقت پر بھروسہ ہوتا ہے اسی طرح توکل کے تیسرے درجہ کی مثال میت کی ہے جو اپنے غسال کے سامنے پڑی ہوتی ہے مردہ نہلانے والے سے کوئی سوال نہیں کرتا اور اس سے کوئی حرکت سرزد نہیں ہوتی نہلانے والا جس طرح اسے ضرورت ہوتی ہے اس میت کو پھیرتا اور نہلاتا ہے توکل کا یہ تیسرا مرتبہ ہے اور یہ مرتبہ سب سے اعلیٰ اور برتر ہے۔[63]

شکوہ وشکایت کے اظہار کا اسلوب

درویشوں کی باہمی تکرار اور اس حال میں بھی خوش کلامی کے باب میں یہ ذکر آتا ہے کہ ایک دفعہ چھ سے سات درویش آئے سب جوان اور کم عمر اور صاحب جمال تھے۔ شاید خواجگان چشت کے مرید تھے انہوں نے شیخ کی خدمت میں عرض کی ہماراآپس میں کچھ جھگڑا ہے مخدوم کسی مرید کو حکم دیں کہ وہ ہمارے جھگڑے کو سن لے شیخ نے مجھے حکم دیا کہ تم جاؤ اور ان کا قضیہ سنو اور بدرالدین اسحاق سے بھی فرمایا تم بھی جائو اور ان کی بات سنو۔ ہم دونوں ان درویشوں کے ساتھ گئے اور درویشوں نے ایک دوسرے کی شکایات بیان کرنا شروع کر دیں شکایت بیان کرنے کا انداز نرمی اور لطافت والا تھا کہ اس روز، اے دوست! آپ نے یہ بات بیان کی اور میں نے یہ عرض کیا تھا اس کے بعد آپ نے یہ ارشاد فرمایا جو میں نہ جانتا تھا یا میں اس کو سمجھ نہیں پایا اور میں نے غلط جواب دیا۔ اس کے جواب میں اسکے ساتھی نے بھی اس طرح نرمی سے کہا آپ نے تو یہی فرمایا تھا مگر غلطی مجھ سے ہوئی ہے واقعی آپ حق پر تھے غرضیکہ وہ اسی قسم کی گفتگو اور باہمی

شکوہ و شکایت کرتے رہے۔ میں اور بدر الدین اسحاق ان کی گفتگو اور شکوہ و شکایت کے اس انداز سے لطف اندوز ہو رہے تھے حتیٰ کہ ہم دونوں ان کی گفتگو سن کر رونے لگے اور میں (نظام الدین اولیاء) نے اپنے آپ سے کہا یہ حق تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں اور ہمیں تعلیم دینے کے لیے آئے ہیں کہ باہم شکوہ کیسے اور کس طرح کرنا چاہئے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا شکایت کے وقت بات اس طرح کرنی چاہئے کہ گردن کی رگ نہ ابھرے اور غصے اور غضب کا اثر پیدا نہ ہو۔[64]

صوفی ہر کسی کے ساتھ اچھائی کرتا ہے

پھر عمل اور بردباری کے بارے میں ارشاد ہوا کہ جو کوئی بھی جفا کو سہہ لیتا ہے وہ سب سے اچھا ہے۔ غصے کو پی جانا چاہے اور کسی سے بدلے وانتقام کے چکر میں نہیں پڑنا چاہئے۔ پھر فرمایا اگر کوئی ہمارے راستے میں کانٹے رکھے تو ہماری یہی دعا ہے اس کی زندگی کے چمن کا ہر پھول بغیر کانٹوں کے کھلا رہے۔اور اس کی حکمت یہ بھی بیان کی اگر کسی کے کانٹے رکھنے کے رد عمل میں تم بھی کانٹے رکھو گے تو ہر طرف کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔ عام طور پر عوام کا دستور حیات یہ ہے کہ اچھوں کے ساتھ اچھائی کرتے ہیں اور بروں کے ساتھ برائی کرتے ہیں۔ لیکن درویشوں کا یہ طریق ہے کہ وہ اچھوں کے ساتھ اچھے ہیں اور بروں کے ساتھ بھی اچھے ہیں۔[65]

اخوت کی حقیقت

اخوت کے باب میں فرمایا اخوت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک اخوت نسبتی ہے اور ایک اخوت دینی ہے۔ ان دونوں میں سے اخوت دینی زیادہ مضبوط ہے اس لیے کہ اگر دو نسبتی بھائی ہوں ان میں سے ایک مومن ہو اور دوسرا کافر ہو تو مومن بھائی کی میراث کافر کو نہیں ملے گی۔ پس نسبتی اخوت دینی اخوت کے مقابلے میں کمزور ہے۔ جبکہ دینی اخوت زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے، اس لیے یہ دنیا آخرت میں قائم رہتی ہے۔[66]

نماز کی اہمیت

نماز کے بارے میں بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے تین طرح کی نماز ادا کی ہیں ایک وہ نمازیں جن کا تعلق وقت سے تھا ایک وہ جن کا تعلق سبب سے تھا اور ایک وہ جن کا تعلق نہ وقت سے تھا اور نہ سبب سے تھا۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے وہ نماز جس کا تعلق وقت سے ہے وہ بار بار پڑھی جاتی ہے ایک نماز وہ ہے جو ہر ہفتے اور ماہ کی ہے اور ایک نماز وہ ہے جو ہر سال کی ہے۔[67]

روحانی آستانے کی تین لازمی علامات

اولیاء اللہ کے آستانوں اور انکے طرز حیات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ان درویشوں کے پاس جو حاضر ہوتا ہے وہ پہلے سلام کرتا ہے پھر یہ انہیں طعـام پیش کرتے ہیں۔ جب وہ طعـام سے فارغ ہوتا ہے پھر یہ ان سے حکایات اور واقعات کی صورت میں کلام کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں اپنی بات سلام سے شروع کرو پھر طعـام کھاؤ اور کھلاؤ اور پھر کلام کرو۔[68]

خدمت سے مخدوم ہونا

خدمت اور رضا کے باب میں فرمایا جو خدمت کرتا ہے وہی مخدوم بنتا ہے۔اور کوئی خدمت کے بغیر مخدوم کیسے بن سکتا ہے۔

پھر آپ کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہوئے مَن خَدَم خُدِمَ جس نے خدمت کی، اس کی خدمت کی گئی۔ [69]

وظیفہ وورد کی پابندی

اوراد و وظائف کی پابندی کس حد تک کرنی چاہئے اس حوالے سے بیان کرتے ہیں جو بھی ورد کو بے عذر چھوڑے گا وہ تین حال سے خالی نہیں رہے گا یاتو اس کا رجحان حرام شہوت کی طرف ہوگا یا بے موقع غصے کی طرف ہوگا یا وہ کسی بلا و مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا۔ اس معنی کی مناسبت سے حکایت بیان فرمائی کہ مولانا عزیز زاہد ایک روز گھوڑے پر سے گر گئے اور ان کا بازو اتر گیا ان سے پوچھا گیا کہ کیا حال ہے بولے روزانہ سورۃ یسین پڑھا کرتا ہوں آج نہیں پڑھی تو اس کی وجہ سے اس تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ [70]

رزق کی اہمیت اور حقیقت

رزق کے باب میں فرماتے ہیں رزق کی چار قسمیں مشائخ نے بیان کی ہیں۔ رزق مضمون، رزق مقسوم، رزق مملوک، رزق موعود۔ رزق مضمون تو وہ ہے جو آدمی کے کھانے پینے کی چیزوں کی صورت میں ہوتا ہے اور ہر بندے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اس رزق کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے:

و مامن دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا[71].

اور ان میں سے کوئی رینگنے والا ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔

رزق مقسوم وہ ہے جو ازل میں مقدر کر دیا گیا اور لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا۔ رزق مملوک وہ ہے جس کا ذخیرہ روپے، پیسے، کپڑے اور دوسرے سامان کی صورت میں ہوتا ہے اور رزق موعود وہ ہے جس کا وعدہ حق تعالی نے عبادت گزاروں اور اپنے صالح بندوں سے کر رکھا ہے۔ **و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب**۔ (اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے رنج و غم سے نکلنے کی راہ پیدا فرما دیتا ہے اور اسے اسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا)۔ [72]

اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اس کے لیے دینے کے ایسے ذریعے بناتا ہے اور ایسی جگہ سے اسے رزق دیتا ہے جہاں کا اسے خیال بھی نہیں ہوتا۔ اس کے بعد فرمایا توکل رزق مضمون میں ہوتا ہے۔ دوسری کسی قسم میں نہیں ہوتا ہے۔ اور رزقِ مضمون میں توکل یہ ہے جو کچھ میرے لیے کافی ہے وہ مجھے پہنچ کر رہے گا۔ [73]

کرامت چھپانا فرض ہے

کرامت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ لوگ جو کرامت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو کرامت کے ذریعے مشہور کرتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا یہ عمل کرامت کوئی بڑی بات نہیں ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے اولیاء پر کرامت کا چھپانا اسی طرح فرض کیا ہے جس طرح اپنے انبیاء پر معجزے کا دکھانا فرض کیا ہے۔ پس اگر کوئی اپنی کرامت کا اظہار کرتا ہے تو اس عمل کے ذریعے کیا کارنامہ سر انجام دیتا ہے وہ درحقیقت ایک فرض کو ترک کرتا ہے مزید برآں فرمایا سلوک کے ۱۰۰ مقامات ہیں ان میں سے ۷ استرھواں مقام کشف و کرامت کا ہے۔ اگر سالک اسی مقام پر اٹک کر رہ جائے تو بقیہ تقریباً ۸۰ مقامات تک کیسے پہنچے گا۔ [74]

محبت مرشد کی اہمیت

پیر و مرشد اور شیخ سے محبت کی اہمیت کس درجہ ہونی چاہئے اس بات کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر کوئی مرید ایسا ہو جو صرف پانچ وقت نماز ادا کرتا ہو اور تھوڑا سا وظیفہ پڑھتا ہو لیکن اپنے شیخ و مرشد کی محبت اس کے دل میں بہت زیادہ ہو اور اپنے شیخ کے بارے میں اس کا اعتقاد بہت پختہ ہو اور اس کے برعکس کوئی دوسرا مرید ہو جو بڑا عبادت گزار ہو لیکن اس کے دل میں پیر و مرشد کی محبت میں کمی ہو اور اعتقاد میں فتور ہو۔ان دونوں مریدوں میں سے کس کا مقام و مرتبہ بڑا ہے ارشاد ہوا وہ جو شیخ کا محب اور معتقد ہے۔مزید برآں فرمایا جو شیخ کا محب اور معتقد ہے اس کا ایک وقت نام نہاد عبادت گذار کے سارے اوقات کے برابر ہے۔ان دونوں میں اعتقاد مرشد ہی وجہ فضیلت ہے۔[75]

خلاصہ کلام

خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر کی تعلیمات اور کلام کا اثر اور تعلق آج اس پورے خطے میں ایسے ہے جیسے پھل کو مٹھاس سے ہے۔ جیسے عمارت کو بنیاد سے ہے۔جیسے سبزے کو زمین کی زرخیزی سے ہے۔جیسے انسان میں موجود خوش خلقی کو اچھی تربیت سے ہے۔ آپ کو اللہ رب العزت نے شریعت کا بھی ماہتاب بنایا اور طریقت کا بھی آفتاب بنایا۔آپ کے در سے لوگوں کو علم کی خیرات بھی ملی اور عمل خیر اور عمل احسن کی نصیحت بھی۔آپ کی صحبت اور سنگت نے علم کے دریچوں کو کھولا اور عمل کے سانچوں کو بھی استوار کیا۔آپ نے مردہ دلوں کو آباد بھی کیا اور زندہ دلوں کو معرفت حق سے آشنا بھی کیا۔آپ نے لوگوں کی اصلاح بھی کی اور فلاح بھی آپ نے جہاں لوگوں کو اللہ کی طرف موڑا وہاں مخلوق کو بھی باہم جوڑا۔

آپ نے جی بھر کر اللہ کی مخلوق سے پیار کیا اور اللہ کی محبت کا دم بھی بھرا۔آپ اللہ کی بارگاہ میں منگتے اور سائل ہوئے اور اللہ کی مخلوق کے ہاں بندہ نواز ہوئے۔آپ نے اپنے کلام اور اپنی تعلیمات کے ذریعے اسلامی اعتقادات،اخلاقیات،عبادات،معاملات،معاشرت، معیشت،سیاست،عادات،روایات اور رسومات کو اس طرح واضح کیا کہ آج ہماری معاشرتی روایات اور حیات کی بنیاد آپ ہی کے افکار پر ہی قائم و دائم ہے۔آپ کی تعلیمات کا اثر اور ان کی طرف لوگوں کی کشش اسی طرح ہے۔جیسے آپ کی ظاہری حیات میں تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آپ کی تعلیمات کی اثر آفرینی ہر گزرتے دن کے ساتھ نتیجہ خیز ہو رہی ہے۔آپ کا فیض ماضی و حال اور مستقبل کی قید کے بغیر ایک بحرے بے کنار کی طرح جاری و ساری ہے۔طلب صدق کے مسافر آج بھی نہ صرف معترف ہیں بلکہ ان کی زندگی کے عقیدے کی عمارت اسی پر کھڑی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

[1]۔ افضل حیدر، سید، **ذکر فرید**، مضمون نگار، خواجہ حسن نظامی، کلاسیک دی مال لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۵۲۔
[2]۔ ایضاً ص۵۶۔
[3]۔ ایضاً ص۵۶۔
[4]۔ ایضاً ص۵۲۔
[5]۔ سید، **ذکر فرید**، مضمون نگار، پروفیسر احمد نظامی، ص۷۰۔
[6]۔ ایضاً ص۷۰۔
[7]۔ سید، **ذکر فرید**، مضمون نگار، منیرہ حائرہ، The Chities A Living Light، ص۹۰۔
[8]۔ گنج شکر، بابافرید الدین مسعود، **کلام بابافرید**، مرتب ڈاکٹر سید نذیر احمد، پیکجز لمٹیڈ، لاہور، ص۲۷۔
[9]۔ ایضاً ص۲۸۔
[10]۔ ایضاً ص۳۲۔
[11]۔ ایضاً ص۳۴۔
[12]۔ ایضاً ص۹۹۔
[13]۔ ایضاً ص۱۰۳۔
[14]۔ ایضاً ص۱۰۳۔
[15]۔ ایضاً ص۱۰۸۔
[16]۔ ایضاً ص۱۰۹۔
[17]۔ نظام الدین اولیاء **راحت القلوب** بحوالہ **ذکر فرید**، ص۲۷۱۔
[18]۔ ایضاً ص۲۷۷۔
[19]۔ ایضاً ص۲۷۲۔
[20]۔ ایضاً ص۲۷۳۔
[21]۔ ایضاً ص۲۷۳۔
[22]۔ ایضاً ص۲۷۳۔
[23]۔ ایضاً ص۲۷۳۔
[24]۔ ایضاً ص۲۷۵۔
[25]۔ ایضاً ص۲۷۶۔
[26]۔ ایضاً ص ۲۷۶۔
[27]۔ ایضاً ص۲۷۷۔
[28]۔ ایضاً ص۲۷۷۔
[29]۔ ایضاً ص۲۷۸۔
[30]۔ ایضاً ص۲۷۹۔
[31]۔ ایضاً ص۳۸۰۔
[32]۔ ایضاً ص۲۸۱۔
[33]۔ ایضاً ص۲۸۳۔
[34]۔ ایضاً ص۲۸۴۔
[35]۔ ایضاً ص۲۸۵۔
[36]۔ ایضاً ص۲۷۶۔
[37]۔ ایضاً ص۲۸۶۔
[38]۔ ایضاً ص۲۸۵۔
[39]۔ ایضاً ص۲۸۹۔
[40]۔ ایضاً ص۲۸۵۔
[41]۔ ایضاً ص۳۱۹۔
[42]۔ شیخ بدر الدین اسحاق۔ **اسرار الاولیاء** بحوالہ **ذکر فرید**، ص۲۱۱۔
[43]۔ ایضاً ص۲۲۳۔
[44]۔ ایضاً ص۲۲۵۔
[45]۔ ایضاً ص۲۲۶۔
[46]۔ ایضاً ص۲۲۶۔
[47]۔ ایضاً ص۲۲۷۔
[48]۔ ایضاً ص۲۲۸۔
[49]۔ ایضاً ص۲۲۹۔
[50]۔ ایضاً ص۲۳۵۔
[51]۔ ایضاً ص۲۳۲۔
[52]۔ ایضاً ص۲۴۲۔
[53]۔ ایضاً ص۲۴۲۔
[54]۔ ایضاً ص۲۴۲۔
[55]۔ ایضاً ص۲۴۷۔
[56]۔ ایضاً ص۲۴۸۔
[57]۔ ایضاًص۲۴۸۔
[58]۔ خواجہ نظام الدین اولیاء، **فوائد الفواد**، مرتب امیر حسن سنجری مترجم خواجہ حسن ثانی نظامی، زاویہ پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ج۱، ص۱۷۱۔
[59]۔ ایضاً ص۱۷۱۔
[60]۔ ایضاً ص۱۷۲۔
[61]۔ ایضاً ص۱۷۷۔
[62]۔ ایضاً ص۱۹۱۔
[63]۔ ایضاً ص۲۳۴۔
[64]۔ ایضاً ص۲۸۰۔
[65]۔ ایضاً ص۲۸۰۔
[66]۔ ایضاً ص۲۸۱۔
[67]۔ ایضاً ص۲۸۱۔
[68]۔ ایضاً ص۲۶۶۔
[69]۔ ایضاً ص۳۰۱۔
[70]۔ ایضاً ص۳۰۴۔
[71]سورۂ ھود ۱۱:۵۶۔
[72]سورۃ الطلاق ۶۵:۲۔
[73]خواجہ نظام الدین اولیاء، **فوائد الفواد**، ج۲، ص۳۰۶۔
[74]۔ ایضاًج۲، ص۳۳۱۔
[75]۔ ایضاًج۲، ص۳۳۵۔